فقه زکوٰۃ

اداء عشر کے لئے زرعی پیداوار سے اخراجات منہا کرنے کا حکم

حضرت مولانا مفتی محمد عالمگیر
دارالافتاء مرکز الاقتصاد الاسلامی جامعہ اسلامیہ امداد فیصل آباد

نمبر شمار	ذیلی عنوانات
۱:	زمیندار پر عائد ہونے والے اخراجات کے انواع
۲:	اخراجات منہانہ کرنے پر احناف کے دلائل
۳:	شوافع کے نزدیک اخراجات منہا کرنے کا حکم
۴:	اخراجات منہا کرنے کے قائلین صحابہ کرامؓ
۵:	تابعین سے قائلین بالجواز
۶:	مالکی فقہاء کا نقطۂ نظر
۷:	حنابلہ کی رائے
۸:	ابن القیمؒ کی رائے
۹:	علامہ شروانیؒ کی رائے
۱۰:	عبادات مالیہ کے متعلق احناف کے اصول
۱۱:	خلاصہ کلام
۱۲:	سورۃ مبحوثہ کے متعلق چند تجویز
	(الف) پہلی تجویز
	(ب) دوسری تجویز

آج کل زرعی اخراجات مثلاً کھاد، اسپرے وغیرہ بہت زیادہ اور مہنگے ہونے کی وجہ سے عموماً یہ صورتحال پیش آرہی ہے۔ کہ زمین سے حاصل ہونے والی پیداوار کم اور اس پر اٹھنے والے اخراجات زیادہ ہوجاتے ہیں۔ چنانچہ کچھ عرصے سے یہ سوال بکثرت پوچھا جانے لگا ہے۔ کہ اخراجات آمدن سے منہا کر کے عشر ادا کیا جائے گا۔ یا عشر کی ادائیگی اخراجات منہا کیے بغیر ہوگی۔ جبکہ اخراجات آمدن کے برابر یا زیادہ ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت حال میں اخراجات منہا کیے بغیر عشر ادا کرنے کی صورت میں خاص طور پر چھوٹے زمینداروں اور کاشتکاروں کے تنگی میں مبتلا ہونے کا خدشہ بلکہ اس کا وقوع ہے۔ اس لئے قابل غور بات یہ ہے۔ کہ ان حالات میں بھی اخراجات منہا کیے بغیر کل پیداوار کا عشر ادا کرنا ہوگا۔ یا اس میں کچھ گنجائش بھی ہے۔ اور اگر گنجائش ہے۔ تو کس حد تک؟ مسئلے کی تفصیل میں جانے سے پہلے مختلف اخراجات کو ذکر کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

۱۔ زمیندار پر عائد ہونے والے اخراجات کے انواع:

زمیندار کو پیداوار حاصل کرنے کے لئے عام طور پر تین قسم کے اخراجات کرنے پڑتے ہیں۔ (۱) وہ اخراجات جو زمین کو سیراب کرنے پر ہوتے ہیں۔ (۲) وہ اخراجات جو پیداوار کی کاشت میں ہوتے ہیں۔ مثلاً ہل چلانا، تخم ریزی، سپرے کرنا، کیڑے مار ادویات استعمال کرنا، کھاد ڈالنا اور چوکیدار مقرر کرنا وغیرہ (۳) وہ اخراجات جو فصل پکنے کے بعد اس کی کٹائی، صفائی اور اسے سنبھالنے پر ہوتے ہیں۔ مثلاً کٹائی کے اخراجات، تھریشر کے اخراجات وغیرہ۔

۲۔ اخراجات منہا نہ کرنے پر احناف کے دلائل:

یہ تمام اخراجات مؤنۃ الزرع ہیں۔ اور ان تین قسموں سے پہلی قسم یعنی زمین کی سیرابی پر اٹھنے والے اخراجات کسی فقیہ کے نزدیک بھی منہا نہیں ہونگے۔ کیونکہ تمام حضرات اس بات کے قائل ہیں۔ کہ بارانی اور نہری زمین سے سیراب ہونے والی پیداوار میں عشر اور ٹیوب ویل، کنویں وغیرہ سے سیراب ہونے والی زمین میں نصف عشر واجب ہوتا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ زمین کی سیرابی پر ہونے والے اخراجات کے متعلق خود آنحضرت ﷺ سے عشر اور نصف عشر کا حکم صراحت کے ساتھ منقول ہے۔ چنانچہ آپ کا ارشاد ہے۔ "عن مسالم بن عبد الله عن أبيه رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال ،فيما سقت السماء و العيون أو كان عثرياً العشر وما سقى با لنصح نصف العشر"۔ (بخاری۔ الزكاة ،العشر فيما يسقى من ماء السماء)

الفاظ کے تغیر کے ساتھ یہ حدیث اکثر کتب حدیث میں مذکور ہے۔ لہٰذا مسئلے کی آئندہ تفصیل اور فقہاء کا اختلاف اخراجات کی دوسری اور تیسری قسم سے متعلق ہے۔ اس سلسلے میں حنیفہ کا راجح اور مختار مذہب جسے محقق ابن الھمام نے ذکر کیا ہے۔ یہ ہے کہ عشر کل پیداوار کا ادا کرنا ضروری ہے۔ اور اخراجات منہا نہیں کیے جائیں گے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

(كل شى أخرجته الأرض مما فيه العشر لا يحتسب فيه أجر العمال و نفقة البقر) (قوله لا يحتسب فيه اجر العمال و

نفقة البقر) وكرى الأنهار و أجرة الحارس وغيرذلك ،يعنى لا يقال بعدم وجوب العشر فى قدر الخارج الذى بمقابلة المؤنة بل يجب العشر فى الكل ـومن الناس من قال يجب النظر ألى قدر قيم المؤنة فيسلم له بلا عشر ثم يعشر الباقى لأن قدر المؤنة بمنزلة السالم له بعوض كأنه اشتراه(۱۹٤/۲)

اس مسئلہ میں حنفیہ کی دلیل، ماقبل میں ذکر کردہ وہ حدیث ہے۔جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وجوب کی مقدار بیان فرماتے ہوئے آسمانی پانی ـ۔ حاصل ہونے والی پیداوار اور اس پیداوار میں فرق فرمایا ہے۔جسے سیراب کرنے میں مشقت اٹھانا پڑی ہو،حنفیہ کا استدلال یہ ہے۔کہ اس حدیث میں آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤنۃ کا اعتبار فرمایا ہے۔اور اس مؤنۃ کی وجہ سے عشر کی بجائے نصف عشر واجب فرمایا ہے۔لہٰذا اب مزید کسی مؤنۃ کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔چنانچہ فتح القدیر میں ہے۔

ولنا ما تقدم من قوله عليه السلام فيما سقى سيحا الخ حكم بتفاوت الواجب لتفاوت المؤنه ،فلور فعت المؤنة كان الواجب واحداًوهو العشر دائماً فى الباقى لأنه لم ينز ل إلى نصفه إلا لمؤنة۔(۱۹٤/۲)

اور صاحب بدائع نے کچھ مؤنتوں کا ذکر کرکے ان کے ساتھ ساقط نہ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی ہے۔کہ آنخضرت ﷺ نے مذکورہ حدیث میں ان مؤنتوں کا اعتبار اور انہیں ساقط کیے بغیر عشر یا نصف عشر کا حکم بیان فرمایا ہے۔اس لئے یہ مؤنتیں منہا نہیں کی جائیں گی۔وہ فرماتے ہیں۔:

ولا يحتسب لصاحب الأرض ما انفق على الغله من سقى أوعمارة أو أجرالحافظ أو أجر العمال أو نفقة البقر بقوله صلى الله عليه وسلم "ما سقته السماء ففيه العشر ،وما سقى بغرب أودالية أو سانية ففيه نصف العشر "أوجب العشر ونصف العشر مطلقاً عن احتساب هذا المؤن ، ولأن النبى صلى الله عليه وسلم أوجب الحق على التفاوت لتفاوت المؤن ،ولو رفعت المؤن لا رتفع التفاوت۔(بدائع ۶۲/۲)

۳۔شوافع کے نزدیک اخراجات منہا کرنے کا حکم:

حنفیہ کے علاوہ جمہور فقہاء کا مذہب بھی یہی ہے۔کہ پیداوار سے اخراجات منہا نہیں کیے جائیں گے۔چنانچہ فقہ شافعی کی معروف کتاب "تحفه المحتاج "میں ہے۔

والمعنى فيه (أى فى وجوب العشر ونصفه) كثرة المؤنة و خفتها۔كما فى السائمةوالعلوفة بالنظر للوجوب وعدمه ،يان قلت :لم لم تؤثر كثرة المؤنة اسقاط الوجوب من أصله هنا وأثرنه ثم، قلت : لأن القصد باقتناء الحيوان نماؤه لا نفسه فنظر للواجب فيه بالحاصل فيه كما مرقبيل الباب ،ومن الثمر والحب عينه فنظر اليها مطلقاً۔ (۲۵۲/۳)

حنابلہ کے اس مسئلہ میں دونوں قول ہیں۔البتہ ان کے نزدیک راجح یہی ہے۔کہ اخراجات منہا نہیں ہونگے۔چنانچہ علامہ مرداوی حنابلہ کا مذہب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

السابعة :لا ينقص النصاب بمؤنة الحصاد والدياس وغيرهما منه لسبق الوجوب ذلك ـوقال فی الرعاية :ويحتمل ضده كالخراج ـويأتی فی مؤنة المعدن مايشابه ذلك ـ(الأنصاف ۱۱۳/۳)

وقال فی مؤنة المعدن:

الأولی: لايحتسب بمؤنة السبك والتصفية على الصحيح من المذهب ،كمؤنة استخراجه،وعليه أكثر الأصحاب ،وقال ابن عقيل :يحسب النصاب بعدها(۱۳۱/۳)

اور "الفقه الأسلامی وأدلته" میں ہے:ـواتفق الجهور مع الحنيفة على أنه لا ينقص النصاب بمؤنه الحصاد والدياس وغيرهما من نفقات الذرع(۸۱۲/۲)

۴۔اخراجات منہا کرنے کے قائلین صحابہ کرام:

مذکورہ بالا عبارات سے واضح ہے۔کہ جمہور فقہاء کے نزدیک عشر کا پیداوار میں واجب ہوگا۔اور اخراجات اس پیداوار سے منہا نہیں کیے جائیں گے۔البتہ صحابہ کرام تابعین اور فقہاء میں سے کچھ حضرات اس بات کے بھی قائل ہیں۔کہ زمین سے حاصل ہونے والی پیداوار سے پہلے اخراجات نکالے جائیں گے۔اخراجات نکالنے کے بعد جو پیداوار بچے گی اس میں عشر واجب ہوگا۔چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عباس اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہم کا مذہب یہی ہے۔

فی المحلیٰ لا بن حزم :عن جابر بن زيدعن ابن عباس وابن عمر رضی الله عنهم فی الرجل ينفق على ثمرته ،قال أحدهما:يزكيها،وقال الآخر:يرفع النفقة ويزكی مابقی"وفی حاشيته:هكذاروی المؤلف الأثر ،وأظنه اختصره،مقدرواه يحيیٰ بن ادم فی الخراج (رقم ۵۸۹) عن أبی عوانة عن جعفر عن عمر عن جابر بن زيد "عن ابن عباس وابن عمر فی الرجل يستقرض فينفق على ثمرته وعلى أهله،قال:قال ابن عمر :يبدأ بما استقرضه فيقضيه ويزكی ما بقی ،قال وقال ابن عباس :يقض ما أنفق على الثمرة ثم يزكی مابقی "فقد اتفق ابن عباس وابن عمر على قضاء ما أنفق على الثمرة وزكاةقالا فی فقط ـواختلفوا فی قضاء ما أنفق على أهله ،وهذا غير ما يوهمه اللفظ المختصر الذی هنا،فرواية يحيیٰ أوضح جداً (المحلیٰ ۲۵۸/۵)

حضرت عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ اثر مصنف ابن ابی شیبہ (۱۴۷/۳) میں بھی منقول ہے۔
اس سے واضح ہے کہ یہ دونوں حضرات مؤنۃ الزرع یعنی اخراجات عشر کی ادائیگی سے پہلے منہا کرنے کے قائل تھے۔

۵۔تابعین سے قائلین بالجواز:

تابعین میں سے حضرت عطاء رحمہ اللہ کا مذہب بھی یہی ہے۔چنانچہ ابن حزم فرماتے ہیں:۔

وعن عطاء "أنه يسقط مما أصاب النفقة ،فان بقى مقدار ما فيه الزكاة زكى والا فلا "(المحلى ٢٥٨/٢)

اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے۔

حدثنا عبدالوهاب الثقفي عن حبيب المعلم قال :كان عطاء يقول فى الزرع اذا عطى صاحبه أجر الحصادين والذين يدورون ،هل عليه فيما أعطاهم صدقة ؟قال :لا أنما الصدقة فيما حصل فى يدك ـ(١٤٧/٣)

٦۔ مالکی فقہاء کا نقطۂ نظر:

فقہائے مالکیہ میں سے ابن العربی کا بھی یہی مذہب ہے۔ بلکہ ابن العربی کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ صرف ابن العربی کا انفرادی قول نہیں بلکہ فقہ مالکی میں راجح قول بھی یہی ہے۔ ابن العربی فرماتے ہیں:

وكذلك اختلف قول علمائنا هل تحط المؤنة من المال المزكى وحينئذ تجب الزكاة أو تكون مؤنة المال و خدمته حتى يصير حاصلاً فى حصة رب المال وتؤخذ الزكاة من الرأس ،والصحيح أنها محسوبة وأن الباقى هو، الذى يؤخذ عشره،وكذلك قال النبى صلى الله عليه وسلم،"دعوا الثلث أو الربع"وهو قدرالمؤنة ،و تعدب بناه فوجدناه كذلك فى الأغلب ،وبما يأكل رطباً ويحتسب المؤنة يتخلص الباقى ثلاثة أرباع او ثلاثين۔(عارضة الأحوذى ١٤٣/٣)

ابن العربی رحمۃ اللہ کی مذکور، عبادت سے یہ بھی واضح ہوتا ہے۔ کہ باغات کے خرص کے متعلق احادیث میں آنحضرت ﷺ نے پیداوار کی ایک تہائی یا چوتھائی کو چھوڑ دینے کا جو حکم فرمایا ہے۔ اس کی وجہ اور بنیاد بھی زرعی پیداوار میں مؤنۃ کا اعتبار کرنا اور اسے منہا کر کے باقی ماندہ کی زکاۃ ادا کرنا ہے۔ اب تک کی گفتگو کا حاصل یہ ہے۔ کہ عشر ادا کرنے کے لئے زرعی پیداوار میں سے اخراجات مہنا کرنے یا نہ کرنے کے متعلق دونوں قول ملتے ہیں۔ جمہور کا مذہب یہ ہے، کہ اخراجات منہا نہیں ہونگے۔ جبکہ بعض صحابہ وتابعین اور فقہاء کا مذہب یہ ہے۔ کہ اخراجات منہا کر کے پھر عشر ادا کیا جائے گا۔ جمہور فقہاء کا اس مسئلہ میں بنیادی طور پر مستدل اس تحریر کے شروع میں ذکر کردہ معروف حدیث "فيما سقت السمائو العيون لو كان عشر يا لعشر وما سقى بالنضح نصف العشر "(بخاری) ہے۔ اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے حضرات فقہاء نے مقدار واجب میں فرق کی جو علتیں بیان فرمائی ہیں۔ ان کا تقاضا بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ اخراجات کی زیادتی کی صورت میں حکم تخفیف ہونی چاہے۔ نیز فقہاء کی بعض دیگر عبارات بھی اس کی مقتضی ہیں۔ اس سلسلے میں حضرات فقہاء کی چند عبارات ملاحظہ ہوں۔

۷۔ حنابلہ کی رائے:

معروف حنبلی فقیہ ابن قدامہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: ولأن للكلفة تأثيرا فى أسقاط الزكاة جملة بدليل العلوفة ،

فبأن يؤثر فى تخفيفها أولىٰ،ولأ ن الزكاة انما تجب فى المال النا مى ملكلبفة تأثير فى تعليل (لعله تقليل)النماء فأثر ت فى تقليل الواحب فيها۔(المغنى ۲ /۶۹۹)ابن قدامہ رحمہ اللہ نے اس عبارت میں دوعلتیں ذکر فرمائی ہیں۔پہلی علت کا حاصل یہ ہے کہ آسمانی پانی سے زمین کو سیراب کرنے میں کوئی مشقت نہیں ہوتی ،اس لئے عشرواجب کیا گیا ہے۔جبکہ رہٹ وغیرہ سے سیراب کرنے میں کلفت اور مشقت ہوتی ہے۔اور کلفت فی الجملہ اسقاط زکاۃ میں مؤثر ہے۔چنانچہ اسی کلفت کی وجہ سے علوفہ جانوروں میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی لہٰذا یہ کلفت تخفیف زکاۃ میں بطریق اولیٰ مؤثر ہوگی۔اور اس کلفت کی وجہ سے زرعی پیداوار میں نصف عشر واجب ہوگا۔

دوسری علت کا حاصل یہ ہے کہ زکاۃ واجب ہونے کے لئے مال کا نامی ہونا ضروری ہے۔اور زرعی پیداوار میں کلفت کی وجہ سے نماء میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔لہٰذا کلفت پیداوار کے وظیفے کی کمی میں بھی مؤثر ہوگی۔اور بعض اس میں عشر کی بجائے نصف عشر واجب ہوگا۔ابن قدامہ رحمہ اللہ کی ذکر کردہ ان دونوں علتوں کا تقاضا یہ ہے۔کہ اگر زرعی پیداوار میں کلفت اور مؤثر بہت زیادہ ہو جائے ،حتیٰ کہ آمدن سے بھی بڑھ جائے تو اس صورت میں پیداوار میں سے پہلے اخراجات منہا کرنے کی گنجائش ہونی چاہئے۔یا تو اس وجہ سے کہ کلفت اسقاط زکاۃ میں فی الجملہ مؤثر ہے۔اور یہاں بھی کلفت بہت بڑھ چکی ہے۔اور یا اس وجہ سے کہ کلفت تقلیل نماء میں مؤثر ہے۔ اگر کلفت آمدن سے بھی زیادہ ہو جائے تو پھر نماء کا بالکلیہ مفقود ہونا ظاہر ہے۔اس سے اس صورت میں پیداوار میں عشر واجب نہیں ہونا چاہئے۔

۸۔ابن القیمؒ کی رائے:

(۲)ابن القیمؒ نے بھی عشر اور نصف عشر واجب ہونے کی یہی علت بیان فرمائی ہے۔وہ فرماتے ہیں۔

لم قسم الزرع ولنماء الى قسمين اقسم بجرى مجرى السائمة من بهيمة الأ نعام فى سقيه من ماء السماو بغير كلفة ولا مشقة فأوجب فيه العشر ، وقسم يسقىٰ بكلقة ومشقة ، ولكن كلفتة دون كلفة المعلوفة بكثير ، اذتلك تحتاج الى العلف كل يوم فكان مرتبه بين مرتبة السائمة و المعلوفة ،فلم يوجب فيه زكاة ما شرب بنفسه ،ولم يسقط زكاته جملة واحدة ،فأوجب فيه نصف العشر۔(اعلام الموقعين ۹۱/۲)

ابن القیم رحمہ اللہ کی مذکورہ عبارت کا تقاضا بھی یہی ہے۔کہ زرعی پیداوار میں اخراجات آمدنی سے زیادہ ہوجانے کی صورت میں عشر ساقط ہوجانا چاہیے۔کیونکہ اس صورت میں کلفہ اور مشقت زیادہ ہوچکی ہے۔

۹۔علامہ شروانیؒ کی رائے:

(۳)مقدار عشر کے بارے میں جس حدیث مبارک سے استدلال کیا گیا ہے۔اس میں آنحضرت ﷺ نے صرف مؤنۃ الماء

کا ذکر فرمایا ہے۔اور اس کی وجہ سے مقدار واجب میں تخفیف فرمادی ہے۔اس حدیث مبارک میں دیگر مؤنتوں کا ذکر ہی نہیں کیا گیا۔بظاہر اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے۔کہ اس دور میں پیداوار پر اٹھنے والے اخراجات اتنے زیادہ نہیں ہوتے تھے۔جتنے کہ موجودہ دور میں پیداوار میں سب سے اہم مؤنۃ پانی کی ہوتی تھی۔جس کا اعتبار اس حدیث میں فرمایا گیا ہے۔پھر مؤنۃ الماء کی وجہ سے بھی مقدار واجب میں صرف تخفیف کی گئی ہے۔اسے بالکل ساقط نہیں کیا گیا۔اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے۔کہ کھیتی کو سیراب کرنے میں عام طور پر بہت زیادہ اخراجات نہیں ہوتے۔اس لئے اس مؤنۃ کی وجہ سے عشر بالکلیہ ساقط کرنے کی ضرورت نہیں۔اس لئے اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ شافعیہ کے نزدیک علوفہ جانوروں میں مؤنۃ کی وجہ سے زکاۃ واجب نہیں ہوتی۔جبکہ زرعی پیداوار میں مؤنۃ کے باوجود زکاۃ واجب ہوتی ہے۔ان دونوں میں فرق کی وجہ بیان کرتے ہوئے۔مشہور شافعی فقیہ علامہ شروانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔:وبأن من شأن العلف كثرة المؤنته بخلاف الماء من شانه خفة المؤنة بل الأبا حته (حواشی الشروانی وابن القاسم علی تحفه المحتاج ۳ /۲۵۲) شافعیہ کے نزدیک اگرچہ زرعی پیداوار سے اخراجات کو مہنا کیے بغیر عشر واجب ہوتا ہے۔لیکن علامہ شروانی رحمہ اللہ کے بیان کردہ مذکورہ فرق کا تقاضا یہ ہے۔کہ اگر زرعی پیداوار میں بھی مؤنۃ کی کثرت ہوجائے تو علافہ جانوروں کی طرح یہاں بھی واجب ساقط ہوجانا چاہیے۔

۱۰۔عبادات مالیہ کے متعلق احناف کے اصول:

حنفیہ کے نزدیک اگرچہ اداء واجب کے لئے اخراجات کو منہا نہیں کیا جاتا۔تاہم عشر کے متعلق حنفیہ نے جو اصول ذکر کیا ہے۔اس کا تقاضا یہ ہے۔کہ مؤنۃ کے آمدن سے زیادہ ہوجانے کی صورت میں واجب ساقط ہوجانا چاہیے۔
وہ اصول یہ ہے۔کہ حنفیہ کے نزدیک اکثر عبادات مالیہ زکاۃ وعشر وغیرہ کے لئے قدرت میسرہ کو شرط قرار دیا گیا ہے۔اس شرط سے اصل مقصود ان عبادات کی ادائیگی میں سہولت پیدا کرنا ہے۔اسی وجہ سے ارض نامیہ سے حقیقاً پیداوار کے حصول کو عشر کے وجوب کا سبب اور واجب کے بقاء کے لئے اس قدرت کے بقاء کو شرط قرار دیا گیا ہے۔چنانچہ "نوالانوار" میں ہے۔
(وکامل وھو القدرہ المیسرۃ للأداء)ویسمى هذا ميسرة لأنه جعل الأداء يسيراً سهلاً على المكف لا بمعنى أنه قد كان قبل ذلك عسيراً ثم يسره الله بعد ذلك بل بمعنى أنه أوجب من الا بتداء بطريق اليسر والسهولة ۔ (دوام هذه القدره شرط لدوام الواجب)أى ما دامت هذه القدره باقية يبقى الواجب واذاانتفى القدرة انتغى الواجب لأن الواجب كان ثابتاً باليسر فان بقى بدون القدره يتبدل اليسر الى العسر الصرف (حتى تبطل الزكاة والعشر والخراج بهلاك المال) (نورالانوار ص ۵۳ شرکت علمیه)
اس عبارت سے معلوم ہوا کہ عشر کا مبنی سہولت اور یسر ہے۔اور اگر کسی صورت میں یسر باقی نہ رہے۔تو عشر ہی ساقط ہوجاتا ہے۔چنانچہ اگر پیداوار ضائع ہوجائے تو اس کا عشر ادا کرنا ضروری نہیں رہتا۔کیونکہ پیداوار کے ضائع ہونے کے باوجود اگر عشر واجب رہے تو اس

میں یسر کی بجائے عسر اور تنگی آتی ہے۔

ظاہر ہے۔ کہ اگر اخراجات پیداوار سے بڑھ جائیں تو اس صورت میں گو پیداوار موجود ہے۔ لیکن عشر واجب کر دینے کی صورت میں یسر نہیں بلکہ عسر ہوگا۔ جو کہ شریعت کے منشا کے خلاف ہے۔

نیز حنیفہ کے نزدیک عشر کے وجوب کا سبب ارض نامیہ بحقیقۃ النماء ہے۔ چنانچہ صدر الشریعہ فرماتے ہیں:

"وللعشر الأرض النامية بحقيقة الخارج" اور علامہ تفتازانی اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔ يعنى أن سبب كل من العشر والخراج هو الأرض النامية الا أنها سبب للعشر با النماء الحقيقى وللخراج با لنماء التقديرى۔ (توضيح تلويح ص ٧١٦ نو رمحمد)

عشر کے واجب ہونے کا سبب زمین کا نامی ہونا ہے بشرطیکہ اس سے حقیقۃً پیداوار ہو اور جب پیداوار ہوگی تو اس میں نماء کی بناء پر بلا شبہ عشر واجب ہوگا اخراجات کی وجہ سے اس نماء کو مفقود نہیں کیا جا سکتا ہے اور عشر کو بالکلیہ ساقط نہیں کیا جا سکتا۔ اسی لئے جمہور میں اخراجات کو منہا نہ کرنے کی تصریح فرمائی ہے۔

اب قابل غور یہ ہے۔ کہ مجوث عنہ صورت میں جبکہ اخراجات آمدن عشر کے واجب سے زیادہ ہو چکے ہوں۔ تو کیا یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ نماء ہی نہیں پایا گیا اس لئے زمین کا عشر بھی واجب نہ ہوگا؟۔ بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس صورت میں کثرت مؤنۃ ہونا ہے۔ کہ اس وجہ سے نماء مفقود ہو چکا ہے۔ اس کی تائید ابن قدامہ رحمہ اللہ کی ماقبل میں بشرطیکہ اس ذکر کردہ عبارت سے بھی ہوتی ہے۔ جس میں کثرت کا قلت نماء میں مؤثر ہونا بیان کیا گیا ہے۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ کثرتِ مؤنۃ کی وجہ سے نماء ہی نہیں پایا گیا تو پھر مجوث عنہ صورت عشر کا ساقط ہونا ظاہر ہے۔

۱۱۔ خلاصہ کلام:

خلاصہ یہ ہے۔ کہ جمہور فقہاء نے اگرچہ اداعشر کے لئے پیداوار میں سے اخراجات کو منہا نہ کرنے کی تصریحات فرمائی ہے۔ لیکن مختلف مقامات پر ان حضرات کی بیان کردہ علل اور عبارات کا تقاضا یہ ہے۔ کہ اخراجات پیداوار سے بڑھ جانے کی صورت میں اخراجات کو منہا کرنے کی گنجائش ہونی چاہیے۔ ان حضرات کی طرف سے اس کی تصریح نہ ہونے کی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے۔ (واللہ اعلم) کہ اس دور میں زرعی اخراجات اتنے زیادہ نہیں ہوتے ہوں گے۔ کہ وہ پیداوار سے بھی بڑھ جائیں۔ اگر ان حضرات کے سامنے یہ صورتحال آجاتی جواب پیش آرہی ہے۔ تو شاید یہ حضرات شریعت کے مسلمہ اصول "المشقة تجلب التيسير" کے تحت تخفیف کا حکم ارشاد فرما دیتے۔

۱۲۔ صورت مجوثہ کے متعلق چند تجاویز:

اب تک مسئلہ کے متعلق فقہاء کے مذاہب اور متعلقہ عبارات پر گفتگو کی گئی ہے۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ مجوث عنہ صورت

میں کیا فرق یا طریق کار اختیار کیا جائے؟۔اس سلسلے میں ضرورت کے پیش نظر دوصورتوں میں سے کوئی صورت اختیار کی جاسکتی ہے۔

(۱) پہلی صورت دوامور پر مشتمل ہے۔

(الف) پہلی تجویز:

پہلا یہ کہ اگر کاشتکار یا زمیندار مدیون ہے۔(دین خواہ زرعی اخراجات کی وجہ سے واجب ہو یا کسی اور وجہ سے) تو حاصل ہونے والی پیداوار میں سے پہلے اس دین کو منہا کرلیا جائے اور پھر باقی ماندہ کا عشر ادا کردیا جائے۔

اکثر فقہاء کے نزدیک دین زرعی پیداوار میں وجوب عشر سے مانع نہیں ہوتا۔البتہ حنابلہ کے اس سلسلے میں تین قول ہیں:

(۱) زرعی پیداوار اور جانوروں میں دین وجوب زکاۃ سے مانع نہیں۔جبکہ دیگر تمام اموال میں دین وجوب زکاۃ سے مانع ہے۔

(۲) زرعی پیداوار کے علاوہ دیگر اموال میں مطلقاً ہے۔جبکہ زرعی پیداوار میں وجوب سے اس وقت مانع ہوگا جبکہ دین پیداوار کے اخراجات کی وجہ سے ہی واجب ہوا ہو ہے۔(۳) دین مطلقاً مانع ہے۔یعنی ہر طرح کے اموال میں دین وجوب زکاۃ سے مانع ہے۔خواہ یہ دین زرعی اخراجات کی وجہ سے واجب ہوا ہو یا کسی اور وجہ سے۔ان تین اقوال میں سے حنابلہ کے نزدیک راجح تیسرا قول یعنی دین کے مطلقاً مانع ہونے کا ہے۔چنانچہ علامہ مرداوی فرماتے ہیں:ولا زکاة فی مال من علیه دین ینقص النصاب الا فی الحبوب والمواشی في أحد الروایتین ،وقد مه فی الفائق ،والروایة الثا نیة :یمنع أیضاً ،وهی المذهب ،نص علیه ،وعلیه جما هیر الأصحاب قال الزر کشی :هذا اختیار أکثر الأصحاب قال ابن أبی موسیٰ :هذا الصحیح من مذهب أحمدوعنه:یمنع ما استدانه للنفقة علی ذلك أو کا ن عنه ، ولا یمنع ما استدانه لمؤنه نفسه أو أهله(الا نصاف ۳/ ۲۵)

دوسری جگہ معاون کی زکاۃ کے احکام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

الثانیة:أن کان علیه دین احتسب به علی الصحیح من المذهب ،قال فیٔ الفروع، احتسب به فی ظاهر المذهب،وجزم به المصنف فی المغنی والمجد فی شرحه ،قال الشارح:احتسب به علی الصحیح من المذهب کما یحتسب بما علی الزرع علی ما تقدم فی کتاب الزکاة(الا نصاف ۳ /۱۲۱)

اور ابن قدامہ فرماتے ہیں:

والروایة الثانیه :لا تجب الزکاة فیها ویمنع الدین وجوب الزکاة فی الأموال کلها من الظاهرة والباطنة ،قال ابن أبی موسیٰ :الصحیح من مذهبه أن الدین یمنع وجوب الزکاة علی کل حال ،وهو مذهب أبی حنیفهة،وروی ذلك عن ابن عباس ومکحول والثوری،وحکی ذلك ابن المنذ ر عنهم فی الزرع اذا استدان علیه صاحبه ا نه أحد نوعی الزکا ة فیمنع الدین وجو بها ك النوع الأ خرا،وکا ن المدین محتاج والصدقة أنما تجب علی الأغنیاء بقوله علیه السلام :أمرت أن آخذ الصدقة من أغنیأهم (الحدیث: المغنی ۲/ ۶۷۸)

ظاہر الروایہ کے مطابق حنیفہ کے نزدیک اگرچہ دین وجوب عشر سے مانع نہیں بنتا لیکن امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ دیگر اموال کی طرح یہاں بھی دین مانع ہوگا۔ چنانچہ علامہ کاسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

وأما العشر فقد روى ابن المبارك عن أبي حنيفة أن الدين يمنع وجوب العشر فيمنع على هذه الرواية: (بدائع الصنائع ۲/۶)

لہٰذا ایک تو موجودہ حالات میں ضرورت کے پیش نظر دیون کے مانع عشر ہونے کے بارے میں حنابلہ کے مذہب اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی مذکورہ بالا روایت پر فتویٰ دیا جائے۔

(ب) دوسری تجویز:

دوسرے یہ کہ وجوب عشر کے لئے نصاب مسئلہ میں صاحبین اور جمہور فقہاء کے قول کو اعتبار کرلیا جائے۔ یعنی عشر واجب ہونے کے لئے کم از کم پانچ وسق کی مقدار کو ضروری قرار دیا جائے۔ ایک وسق کی مقدار دراہم کے اعتبار سے پانچ کا اڑھائی سیر جبکہ مثقال سے پانچ من پونے پانچ سیر ہے۔ اس طرح پانچ وسق کی مقدار دراہم کے اعتبار سے ۲۵ من ساڑھے بارہ سیر، اور مثقال سے ۲۵ من پونے چوبیس سیر بنتی ہے۔ (ملاحظہ ہو: جواہر الفقہ ۱/۴۲۸)

ان دونوں مقداروں میں سے دوسری یعنی مثقال والی مقدار کا اعتبار کرلیا جائے۔ اگر ان دونوں باتوں کو اختیار کرلیا جائے۔ تو پہلی صورت کا حاصل یہ ہوگا۔ کہ جتنی بھی پیداوار حاصل ہوتی ہے۔ سب سے پہلے اس میں سے دیون کو منہا کرلیا جائے۔ دیون منہا کرلینے کے بعد باقیماندہ پیداوار اگر پانچ وسق یعنی ۲۵ من پونے چوبیس سیر کے برابر اس سے زائد ہو تو۔ اس میں وجوب عشر کا حکم لگایا جائے۔ اور دیون منہا کرنے کے بعد اگر پیداوار پانچ وسق سے کم ہو تو نصاب پورا نہ ہونے کی وجہ سے عشر کے واجب ہونے کا حکم نہ لگایا جائے۔ اس طرح خصوصاً چھوٹے کاشتکاروں (جو عموماً مدیون ہوتے ہیں۔ کے لئے کافی سہولت پیدا ہوجائے گی۔ دوسری صورت یہ ہے۔ کہ اخراجات پیداوار سے زیادہ یا برابر ہونے کی صورت میں وہ مذہب اختیار کرلیا جائے۔ جو حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔ اور جسے ابن العربی نے مالکیہ کا راجح قول قرار دیا ہے۔ لہٰذا اس صورت میں عشر کو بالکلیہ ساقط کردیا جائے۔

مذکورہ بلا دونوں صورتوں میں سے کسی بھی صورت کو حاجت اور ضرورت کے مطابق اختیار کرنے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ بوقت ضرورت افتاء بمذہب الغیر کی تصریح خود فقہ حنفی میں موجود ہے۔ اور کتب فقہ میں اس کے نظائر کم نہیں۔

هذا ما ظهر لي والله ـ سبحانه وتعالىٰ أعلم وعلمه أتم وأحكم ـ